گی۔ چنانچہ اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئیں یا شائع کرائی گئیں ان میں بغاوت کا تأثر دیا گیا اور انفنٹری کے میجر جنرل ظہیر الاسلام اور جنرل مستنصر باللہ کے نام اہمیت کے ساتھ منظرِ عام پر آئے۔ فوج پاکستان کا سب سے اہم ترین ادارہ ہے اور ظاہری اسباب میں ملک کے دفاع کا انحصار اسی ادارہ پر ہے۔ ہر محبِ وطن اس حوالے سے مبہم معلومات پر حیران اور مضطرب ہے۔ بعد میں اخبارات کے ذریعے وقفے وقفے سے بہت سی تفصیلات بھی سامنے آئیں جن سے اس واقعہ کے پس منظر اور پیش منظر کو سمجھنے میں کوئی مشکل باقی نہیں رہی۔ جنرل ضیاء الحق شہید نے ایمان، تقویٰ اور جہاد کو فوج کا ماٹو بنایا اور دینی حوالے سے فوج میں خاصا کام کیا جس کے اثرات پیدا ہونا فطری امر ہے۔ جو لوگ اس نعرہ پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں انہیں امریکی سامراج اور اسکے اعوان و انصار "بنیاد پرست" کہتے ہیں۔ اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ہماری موجودہ وزیرِ اعظمیٰ امریکہ کو اس بات کی یقین دہانی کرا رہی تھیں کہ وہ پاکستان سے بنیاد پرستوں کو ختم کردیں گی۔

تازہ خبروں کے مطابق چند افسروں کو جبری ریٹائرڈ کردیا گیا ہے اور باقی تفتیش کے مراحل میں..... ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح فوج کا دینی تشخص ختم نہیں کیا جاسکتا۔ جو چنگاری آج سلگی ہے کل وہ شعلہ بن سکتی ہے۔ امریکہ جس طرح ہمارے اندرونی معاملات میں دخیل ہوچکا ہے ہر محبِ وطن کی طرف سے اس کے خلاف ردِ عمل فطری اور دینی غیرت کا تقاضا ہے۔ ایک فوج کیا، ہماری مقننہ، عدلیہ، سیاست، معیشت، غرض ہر شعبہ میں امریکی مداخلت روز بہ روز بڑھ رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام شعبوں کے محبِ وطن افراد اس طرزِ عمل پر مضطرب و بے چین ہیں۔ ادارے تباہ ہو رہے ہیں، ملک کا سکون اجڑ گیا ہے، میڈیا پر کفر و الحاد کی علانیہ دعوت دی جارہی ہے، ورلڈ بینک نے ہماری معیشت جام کردی ہے۔ پاکستان کا ہر باشندہ غیر ملکی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ان حالات میں ہر باشعور شہری بے چین اور پریشان ہے اگر ہمارے سیاست دان اور حکمران اسی طرح امریکی سامراج کی چاکری کرتے رہے تو ملکی سلامتی کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

ان مایوس کن حالات کے ردِ عمل میں محبِ وطن عناصر، اخوان المسلمین، اسلامک سالویشن فرنٹ، اور دیگر اسلامی جہادی تنظیموں کا طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ دینی حلقوں میں سوچ کی نئی لہر پیدا ہو رہی ہے اور اس کے نتائج سے حکمران بخوبی آگاہ ہیں۔

نومبر میں پاکستان کی مختلف دینی جماعتوں نے پنجاب میں جو بڑے بڑے اجتماعات کئے ہیں وہ اپنے نتائج سے خالی نہیں ہیں۔ دعوت اسلامی، تنظیم اسلامی، جماعت اسلامی، دعوت وارشاد، سنی کنونشن، اور تبلیغی اجتماع بہر حال اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ دینی جماعتوں کے قائدین سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ان اجتماعات کو بامقصد بنائیں اور اتفاق واتحاد کی فضاء پیدا کر کے نفاذ اسلام کے عظیم مقصد کی خاطر گروہی اور مسلکی مفادات کو قربان کرلیں، وہ لادین سیاست دانوں کے چنگل سے نکلیں اور انکے غیر فطری اتحادوں سے اپنا دامن پاک کریں تو ان شاء اللہ حق غالب ہو کر رہے گا اور باطل ذلیل و رسوا۔

بیادِ جانشینِ امیرِ شریعت

سید عطاء المحسن بخاری

مولانا سید ابوذر بخاری ----- اِک ضربِ یدُ اللّٰھی!

۲۴ اکتوبر کو سورج گرہن تھا۔ "جدید دانش" والے دور دور سے سورج کا مجروح چہرہ دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو رہے تھے لیکن کچھ دل افسردہ، چہرے پژمردہ اور آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی فرشِ خاک پر گرا رہے تھے، سسکیاں لے رہے تھے، غم واندوہ سے نڈھال ہو رہے تھے، رنج وحزن کی جامد تصویر بنے ہوئے تھے۔ دیکھنے والوں نے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ غم میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی چیخیں ہی تو نکل گئیں۔ فرطِ جذبات سے رندھی ہوئی آواز میں کہا..... آج رات ہمارا چاند گہنا گیا ہے۔ اسکا روشن چہرہ دیکھنے کے لئے ہم غم کے مارے آگئے ہیں۔ آج مجلس احرار کے سرخ پھریرے کی سرخی بجھی بجھی ہے۔ آج امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے جانشین، فکرِ صحابہؓ کے امین ووارث، ہم سب کو چھوڑ کر ہم سے بہتر وبرتر اسلاف سے جاملے ہیں۔ آج سید ابومعاویہ ابوذر بخاری (نور اللہ مرقدہ) اپنے اللہ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ آج حضرت بخاری (رحمہ اللہ) اپنی اصل (مٹی) کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ آج "شاہ جی" امر ہوگئے ہیں۔ آج "حافظ جی" اللہ جل شانہ کی رضا پر راضی ہوگئے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگوں کو مقام صحابہ، قرآن وتاریخ کی روشنی میں سمجھانے والا، خود ایک سمجھ نہ آنے والی دنیا میں چلا گیا ہے۔ وہ وہاں چلا گیا ہے جہاں سے لوٹ کر کبھی کوئی نہیں آیا۔ وہ امرتسر (کٹڑہ مہاسنگھ) میں ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء میں وہیں سے آئے تھے اور ۲۴ اکتوبر ۹۵ء میں پھر وہاں جا پہنچے ہیں۔ بہت لمبا سفر کیا، بہت منزلیں طے کیں۔ حضرت قاری کریم بخش رحمہ اللہ سے امرتسر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ اور ۱۹۳۹ء میں چودہ برس کی عمر میں مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں چلے گئے۔ استاذ گرامی حضرت مولانا خیر محمد نے استقبال کیا۔ اور ان کے والد سے فرمایا

"ہم میاں بیوی نے تو اللہ سے مانگ کر آپ کا یہ بیٹا لیا ہے۔ یہ اور کہیں نہیں جاسکتا"۔

تقسیم کے بعد جب خیر المدارس جالندھر سے ملتان منتقل ہوا تو اس نقل مکانی اور افراتفری کی ملکی تقسیم نے انکا ایک تعلیمی سال ضائع کردیا۔ ۴۸ء میں سند ملی۔ آپ نے علم وادب اور تاریخ کو اپنا پسندیدہ موضوع بنایا اور بتیس برس تک مطالعۂ کتب میں غوطہ زن رہے۔ صحافت، شاعری، افسانہ، مطالعۂ مذاہب، تقریر، بیان تفسیر، علم لغت، علم الانساب ہر وادیٔ سخن اور ہر میدانِ علم میں جوہر دکھائے اور ہم عصروں سے داد پائی۔ سہ ماہی مستقبل، سہ روزہ مزدور، روزنامہ آزاد، روزنامہ نوائے پاکستان اور پندرہ

روزہ الاحرار کی فائلوں میں ان کی تلخ نوائی سنی جاسکتی ہے اور انکے بانکے قلم کی پھبن دیکھی جاسکتی ہے!

مدرسہ حُریّت اسلامیہ، مدرسہ احرار الاسلام اور مدرسہ خیر المدارس ملتان میں تدریس بھی کی۔ انکے شاگردوں میں بہت سے نامور علماء ہیں۔ جو مختلف مدارس میں تدریس میں مصروف ہیں۔ دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے بارے میں جس تبدیلی کے لئے انہوں نے ۵۶ء میں کوششوں کا آغاز کیا تھا وفاق المدارس اب اس نہج پر سوچ رہا ہے۔ مدارس عربیہ کی نشاۃِ ثانیہ شاہ ولی اللہ کی فکر کی روشنی میں...... انکی زبردست خواہش تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے.........

"شاہ ولی اللہ سے عطاء اللہ شاہ تک (رحمہما اللہ) مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد کرنے والوں کاایک عظیم سلسلہ ہے جو صحابہؓ کرام کے نقشِ اوّل کی اساس پر قائم ہے اگر ہم لوگ اس سلسلے کو بقاو ارتقاء کی منزلوں تک پہنچائیں تو اس عہد میں یہ نقشِ ثانی ہوگا۔"

کاش ہماری یہ حسین تمنا بر آئے اور ہم تمناؤں کے اس شاہکار کو دیکھ پائیں۔

مگر، ام للانسان ما تمنیٰ! (کیا انسان کی تمنائیں بھی پوری ہوتی ہیں؟) پاکستان کی تاریخ میں وہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے جمہوریت کو مشرف با سلام کرنے والے علماء کی سیاسی رائے سے بھرپور اختلاف کیااور فتنۂ جمہوریت کے مشرکانہ برگ و بار سے قوم کو خوب خوب آگاہ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

"بعض فریب خوردہ علماء اور جماعتیں برسوں تک ہماری غریب جماعت مجلسِ احرار اسلام کا حسبِ سابق مذاق اڑاتے رہے۔ اور ہمارے ساتھ اس بحث میں مصروف رہے کہ آپ پہلے جمہوریت بحال کرالیں پھر اسلام آجائے گا۔ میں آج بھی کہتاہوں کہ اسلام کو جمہوریت کی چادر میں لپیٹ کر لانے والو! تم نے دس سال تک جمہوریت کے نام پر اسلام کو رسوا کیا، اسلام نہیں آیا۔ پھر دس سال تک جمہوریت کو ڈکٹیٹر شپ کی گود میں پالنے والوں نے ڈکٹیٹری کا بیوپار کیا۔ جمہوریت تو نہ آئی مگر ڈکٹیٹر شپ آگئی۔ پھر ڈکٹیٹر شپ کو ہٹانے کے لئے ایک اور ڈکٹیٹر آگیا۔ صدارت بھی گئی اور جمہوریت بھی.....! اسلام پھر یتیم اور مظلوم......!

بد نصیب ہیں وہ علماء وہ دینی جماعتیں اور انکے سیاسی لیڈر جو اسلام کی بجائے جمہوریت کا پرچم اٹھاتے پھرے، قیادت کا راگ الاپتے رہے لیکن مسلمانوں کی قدر مشترک، اجتماعیت کے نشان اور مرکزیت کی علامت ختمِ نبوت کے لئے ان کو اکٹھا ہونا یاد نہ رہا۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے جمہوریت کا حشر دیکھ چکے۔ انہوں نے پہلے جمہوریت کے نام پر اسلام کو برباد کیا۔ پھر ڈکٹیٹر شپ آئی اور ڈکٹیٹر شپ کے بعد اب پھر جمہوریت کا راگ الاپا جارہا ہے۔

آج سن لو! جب تک اسلام کو اسلام کے نام سے نہیں لایا جائے گا۔ اسلام نہیں آئے گا۔ اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں، کوئی کافرانہ جمہوریت، امریکی صدارتی نظام، برطانوی پارلیمانی نظام،